سالانہ قیمت تین روپیہ آٹھ آنہ (عہ)

رجسٹرڈ نمبر ایل ۹

نور افشاں

[illegible]

خط و کتابت و ترسیل زر وغیرہ بنام منیجر صاحب ہونا چاہئے۔ [illegible]

حقیقی نور وہ تھا جو دنیا میں آ کے ہر ایک آدمی کو روشن کرتا ہے۔

نمبر ۸	ہفتہ وار بروز جمعہ لاہور سے شائع ہوتا ہے - ۱۹ فروری ۱۹۲۶ء	جلد ۵۴

غزل

[illegible]

غزل

[illegible]

[illegible]

[illegible]

میری آنکھوں نے تیری نجات دیکھ لی

لوقا ۲: ۳۰

یہ وہ الفاظ ہیں جو مقدس شمعون کی زبان سے اُس وقت نکلے جس وقت اُس نے خداوند مسیح کو جبکہ وہ ننھا بچہ تھا اپنی گود میں لیا جو کہ شریعت کے مطابق ہیکل میں لایا گیا تھا کہ خداوند کے حضور حاضر کیا جاوے۔ یہ وہ بچہ ہے جس کی نسبت نبیوں نے پیشتر ہی سے گواہی دی تھی اور جسکو خداوند نے پیشتر ہی سے دنیا کے کفارہ کے لئے مقرر کر دیا تھا مسیح کا آنا ضروری تھا اور بے شک یہ ایک اٹل بات تھی کیونکہ خداوند نے اُسے تمام جہان کے گناہوں کی خاطر پہلے ہی مقرر کیا جسکو بچے پیار سے گود میں لیکر بڈھا شمعون کہتا ہے کہ میں نے تیری نجات دیکھ لی۔ ہاں میری آنکھوں نے تیری نجات دیکھ لی ہے جو تو نے سب امتوں کے روبرو تیار کی ہے۔ لفظ نجات کا مفہوم ہے رہائی یا چھٹکارا۔ وہ آیا کہ قیدیوں کو چھٹکارا دے۔ انسان گناہ کا غلام ہے لیکن مسیح نے ہم کو اس کے قبضے سے چھڑا کر رہائی بخشی۔ یسوع یعنی نجات دہندہ جس نے ہم کو بچانے اور مخلصی بخشنے کے لئے دنیا میں آیا وہ آیا کہ دنیا کے گناہوں کے بدلے مارا جائے جس کے مصلوب ہونے پر نجات آئی اور گناہوں سے رہائی بخشی گئی۔ یہ خداوند کی مہربانی، رحمت اور بخشش کے سبب ہے کہ خدا نے جہان کو ایسا پیار کیا کہ اپنا اکلوتا بیٹا بخش دیا تاکہ جو کوئی اس پر ایمان لائے ہلاک نہ ہو بلکہ ہمیشہ کی زندگی پائے (یوحنا ۳: ۱۶) وہ دنیا میں اس لئے آیا کہ انسان کو جو گناہ کے سبب خدا کی حضوری سے دور تھا پھر دوبارہ خدا سے ملا دے۔ لکھا ہے کہ تم جو پہلے دور تھے اب مسیح یسوع میں مسیح کے خون کے سبب سے نزدیک ہو گئے ہو (افسیوں ۲: ۱۳) خداوند یسوع مسیح پر ایمان لا کر ہی گناہوں سے معافی حاصل کرنا ہے ایک گردہ مریض کسی حکیم کے پاس آکر کہتا ہے کہ میں گردہ مریض ہوں مجھے طاقت کی دوا دو تاکہ دیکھے نبض دیکھنے کے بعد حکیم نے کہا کہ پہلے اس بیماری کو جو تیری ہڈیوں میں ہے دور ہونے کی دوا کرے پھر طاقت بھی لینا۔ پس سچے دل سے توبہ کر کے مسیح پر ایمان لا اور اپنے گناہوں سے معافی حاصل کر کر نجات پا۔ معافی کے بعد پاکیزگی اور فرحت ہے۔ جیسے بیماری کے بعد تندرستی ہوتی ہے۔ مسیح کی فرحت کو دھیان کریں کہ اس کو پکڑنے کے لئے جاتے ہیں منہ پر تھوکتے اور طمانچے مارتے ہیں۔ کوڑوں سے پیٹا جاتا ہے۔ پیلاطس کر دیا جاتا ہے۔ صلیب پر کیسا سہتا ہے۔ جان دینے کے قریب ہے لیکن وہ اس مبارک پاک اور فرحت بخش زبان مبارک سے معافی کے کلمے نکلتے ہیں اور معافی بخشتا ہے۔ گناہ کا نتیجہ دکھ ہے اور دکھ انسان کے لئے اس دنیا میں ہر طرح کی تکلیفوں اور بیماریوں کی صورت میں رونما ہوتا ہے اور آئندہ جہان میں دوزخ اس کا نتیجہ ہوتا ہے۔ لیکن خداوند مسیح دکھوں سے ایسی دکھوں کا اُٹھانے والا ہے۔ وہ ہمارے گناہوں کے دکھوں کو اپنے اوپر لا کر مصلوب ہوا۔ تاکہ ہم اس کے نام پر ایمان لانے کے وسیلے نجات پائیں۔ "دیکھو خدا کا برہ جو جہان کے گناہ اُٹھائے جاتا ہے" مسیح پر ایمان لا کر تو اور تیرا گھرانا نجات پائے۔ مسیح پر ایمان لانا معافی کا آنا ہے اور روز بروز ترقی میں قدم بڑھاتے ہوئے پاکیزگی اور فرحت حاصل کر کے خداوند مسیح کے نقش قدم پر چلنے کی سرگرم کوشش کریں جس کی نسبت یروشلیم کی ہیکل میں کھڑے ہوئے اس ایک بچے کو گود میں لیکر بڈھا شمعون کہتا ہے کہ میری آنکھوں نے تیری نجات دیکھ لی۔

ایم۔ آر۔ جیمس۔ جابر

نور افشاں کے نئے خریدار دیجئے۔

غزل

ڈھونڈو وہ پھر وہ دنیا میں مسیحی کو آتے ہیں
پئے بخشش گنہگاروں وہی تشریف لاتے ہیں
عجائب بات ہے دیکھو کہ تھی دو جہانوں کے
ہو آکر کے فلک سے وہ بشر جونی میں بستے ہیں
(فردوسی)
تھی وحشت اور دشمنی اس حال گزری ہیں
باتیں جبکہ بیٹھے فلک سے اترے آتے ہیں
ستارا دیکھ کر جب میں ملکوں کا نسل وہ دانا
لگے کہنے شہنشاہ کو تشریف لاتے ہیں
جو اس پر لاتے ہیں ایمان ان پر ہوتی ہے رحمت
گناہوں کی معافی کا ہمیں وہ انعام پاتے ہیں
تو خوش ہو دل میں اے صابر کہ تیرا اس پہ ایماں ہے
کرو بخشش گے سب کو اس پہ جو ایمان لاتے ہیں

ایم۔ آر۔ جیمس۔ صابر

آئینہ افعال دیانند

اس نام کی ایک کتاب ہمیں برائے ریویو موصول ہوئی ہے یہ کتاب "دیانند جیون کرت درپن" مؤلفہ پنڈت بھی جیالال صاحب کا جو ۳۰ سال ہوئے ناگری میں شائع ہوئی تھی اُردو ایڈیشن ہے۔ سوامی دیانند کے عجیب و غریب حالات پڑھ کر آریہ سماج کے مقدس بانی کی زندگی پر بہت کچھ روشنی پڑتی ہے۔ مؤلف نے اس کی تصنیف میں بہت محنت اُٹھائی ہے۔ ضخامت ۲۰۰ صفحہ اور قیمت دس آنہ ہے۔ کاغذ اچھا نہیں ہے۔ جن لوگوں کو آریوں سے بحث کا موقع ملتا ہے ان کو اس کا مطالعہ کر لینا بہت مفید ہوگا۔ امید ہے کہ ناگری کی نسبت اُردو ایڈیشن کی قدر زیادہ ہوگی۔

جو تشہیر کتب خانہ ضلع گوجرانوالہ سے ملتی ہے



نور افشاں

مطبوعہ ۱۹ فروری ۱۹۲۶ء

تارح حاران میں مرگیا

ذیل میں پادری ٹھاکر داس صاحب ایم۔ اے پاسٹر نولکھا چرچ و ہوم کے اس وعظ کا خلاصہ مطلب ہم اپنے الفاظ میں ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں جو آپ نے ۱۴ فروری کے روز نولکھا چرچ میں سنایا تھا۔ پادری صاحب کے خیالات عموماً ہندی اور خصوصاً پنجابی مسیحیوں کے لئے بہت وقت پر لکھا ہی ہیں۔ جن پر غور و فکر کرنا ہر ایک مسیحی کا کام ہے۔

ایڈیٹر

خدا کے کلام میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد ماجد کی زندگی کے اختتام کا ذکر آیا ہے۔ وہ کسدیوں کے اُور سے اپنے اہل بچوں سمیت اپنے مال و اسباب سمیت روانہ ہو کر حاران میں آ ٹھہرا۔ اُس نے آگے بڑھ کر ملک کنعان جانا پسند نہ کیا۔ حاران میں کسدیوں کے اُور کے اسباب و حالات کے سوا اور بھی بہت کچھ تھا جو اُس کی اور اُسکی اولاد کی اور اس کے مال کی ضروریات کی موافقت کے لئے کافی تھا۔ اُس نے آگے بڑھنا مفید نہ جانا۔ وہ حاران ہی میں رہا اور وہیں مرگیا۔ اس نے ملک کنعان کا کبھی خیال تک نہ کیا۔ وہ ترقی کی راہ پر گامزن ہو کر چند منزل آگے تو بڑھا پر تھک کر اسی راہ پر رہ گیا اور حاران ہی میں مرگیا۔

ان حالات و اسباب سے یہ نتیجہ نکالنا آسان بلکہ نہایت آسان ہے کہ جو مذہب و عقیدہ زمانہ کی رفتار سے بچھڑ جاتا ہے جو شخص و خاندان و قوم زمانہ ماضی سے لپٹ کر زمانہ ترقی سے پیچھے رہ جاتا ہے وہ مذہب اور شخص وہ خاندان اور قوم فنا ہو جاتی ہے۔ تارح زمانہ ترقی سے بچھڑ گیا اور مرگیا۔ اگر کسی مذہب نے زندہ رہنا ہے اگر کسی شخص و خاندان و قوم نے زندہ رہنا ہے تو اس کے لئے لازم و لابد ہے کہ وہ اپنے زمانہ کے ساتھ ساتھ چلے۔ زمانہ سے بچھڑنا موت کا حکم رکھتا ہے۔

یہودی قوم اور اس کا مذہب یسوع مسیح کے زمانہ میں زمانہ ترقی سے بچھڑ گیا تھا۔ اس قوم سے اُس کا زمانہ ہزاروں منزلیں آگے بڑھ گیا تھا۔ اس وجہ سے یہودی قوم اور اس کا مذہب حالت نزع کو پہنچ گیا تھا۔ اگر یسوع مسیح اس مذہب و قوم کی تجدید نہ کرتا تو یہودی قوم اپنے مذہب سمیت زمانہ ماضی کی غلامی میں فنا ہو گئی تھی۔ یسوع مسیح کی تجدید نے اس قوم اور اُسکے مذہب کو بچا لیا۔ پرانے عہد نامہ کی تعلیم کی تجدید کرنا ضروری تھی جیسا مسیح نے اسکی تجدید متی کی انجیل کے پانچویں باب سے ساتویں باب کے الفاظ میں کی ہے۔ تم سُن چکے ہو کہ اگلوں سے کہا گیا ...... پر میں تمہیں کہتا ہوں کہ ...

اسی تجدید نے یہودی قوم اور اس کے مذہب کو زندہ رکھ لیا۔ اگر یہ تجدید نہ کی جاتی تو یہودیت زمانہ ماضی کی غلامی میں فنا ہو چکی تھی

اب مسیحیت کے مقابل زمانہ ترقی پر ہے۔ علم میں سائنس کی مختلف شاخوں میں۔ ایجادوں میں صنعت و حرفت وغیرہ میں زمانہ مسیحیت و مسیحیت سے ہزاروں منزلیں آگے بڑھ گیا ہے اور مسیحیت و مسیحی زمانہ ماضی کی فتوحات کے غلام و اسیر ہو کر پیچھے ... رہ گئے ہیں۔ وہ قدیم عقائد ناموں سے ہی لپٹ رہے ہیں۔ اس کا نتیجہ مسیحیت و مسیحیوں کی موت کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا ہے۔ اگر مسیحیت و مسیحیوں نے زندہ رہنا ہے تو وہ زمانہ کے ساتھ ہو لیں ورنہ مسیحیت و مسیحیوں کی موت یقینی ہے۔ تارح حاران میں مرگیا۔

زمانہ کی رفتار ترقی سے مراد

بیان مافوق ہندوستان کی مسیحیت کے لئے بروقت انتباہ ہے۔ ہندوستان میں ۲۱ کروڑ ہندو آبادی اور ۷ کروڑ مسلم آبادی ہے جن کے درمیان ۴۰ لاکھ کے قریب مسیحیوں کی آبادی ہے جو ہر حال میں ہندو مسلم آبادی سے ہزار سال بلکہ لاکھوں میل ترقی کے اعتبار سے پیچھے ہے۔ صنعت و حرفت میں پیچھے ہے۔ اتحاد و اتفاق میں پیچھے ہے۔ مال و دولت میں پیچھے ہے۔ تجارت و لین دین میں پیچھے ہے۔ تعداد میں پیچھے ہے۔ عزت و اعتبار میں پیچھے ہے۔ وہ اپنے ملک و قوم میں اجنبی ہے وہ نہ با اختیار و با اقتدار مسیحی اقوام میں شامل ہے نہ متمدن اقوام میں داخل ہے۔ اس مسیحی آبادی کے مقابل ہماری اقوام ترقی کے میدان میں لاکھوں میل آگے ہیں۔ مسیحی پچھڑ کر ان کے ساتھ نہیں چل سکتے ہیں۔ کیا ہندوستانی مسیحی ہندوستان میں مر جائینگے؟ کیا ان کے ساتھ ہی ہندوستانی مسیحیت فنا ہو جائیگی؟ تارح حاران میں مرگیا تو مسیحی ہندوستان میں کیوں زندہ رہینگے؟ مسیحی زمانہ کی رفتار ترقی سے پچھڑ گئے ہیں۔ لاریب مسیحیت اور مسیحیوں کی تجدید کرنی ہی بچا سکتی ہے۔

مسیحیت کے مجدد کہاں ہیں؟

وہ کیا کر رہے ہیں؟ کیا مختلف مشنری سوسائٹیاں ہی مسیحیت کے مجدد ہیں۔ وہ مختلف مشنری جماعتوں میں تجدید کا کام کر رہے ہیں۔ مشنوں میں اتحاد و اتفاق ہو رہا ہے۔ ان کی اس تجدید سے ہندوستانی مسیحی ہوائی جہازوں پر سوار ہو کر ہماری اقوام سے جا ملینگے جو ہر حال میں آگے بڑھ رہی ہیں۔ پر یہ تجدید مشنری صاحبان کی ہے جو وہ اپنے قومی فرقوں کی کر رہے ہیں

ہندوستانی مسیحیت اور مسیحیوں کی تجدید کا کوئی مشنری ذمہ دار نہیں ہو سکتا۔ ہندوستانی مسیحیت کی تجدید کے لئے ہندوستانی مسیحی میدان عمل میں نکلنے ضروری ہیں کیا ہم مانیں ایسا کام اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرتے ہیں۔ اس علم سے آج تک مسیحیت اور مسیحیوں کی کیا تجدید کی ہے؟ ہندوستانی مسیحیت ہندوستانی مجددوں کی راہ دیکھ رہی ہے۔ افسوس کہ آج تک مسیحیت کی تجدید کے لئے کوئی مسیحی میدان عمل میں نہیں نکلا۔ ہندوستانی مسیحیت بغیر تجدید کے رہ جائیگی۔ ... حالات میں رہ گیا۔ مجبوری ہوئی مسیحیت کو چھوڑنے ہونیکی سے رہیگی۔ اسے اگر بچانا ہے تو آج مسیحی لیڈر میدان عمل میں آئیں اور مسیحیت کی تجدید کا کام شروع کریں۔ اسے زمانہ کے ہمرکاب چلنے کے قابل بنائیں۔ ورنہ مسیحیت کو ختم کر دیگا۔

اشتہار برائے فروخت مکان رہائشی

یک عدد نفیس یک منزلہ پختہ مکان رہائشی واقع ستال واقعہ کھوکھر کے تحصیل و ضلع گوجرانوالہ متصل آبادی عیسائیاں متصل مشن کمپاؤنڈ گوجرانوالہ (جس میں دو کوٹھڑی و ایک برآمدہ و آنگن اور صحن کے آگے دو کوٹھڑی و ایک بیٹھک و غسلخانہ و نلکا آب نوشی لگا ہوا ہے) برائے فروخت موجود ہے۔ عیسائی اصحاب کے لئے موقع بے نظیر اور لاثانی ہے۔ مزید دریافت طلب امورات اور قیمت کا فیصلہ بمعہ ملاقات یا بذریعہ خط و کتابت ہو سکتا ہے۔

المشتہر
میسرز رتن چند رنجن سنگھ پراپرٹی ڈیلرز
چوک نکا گوجرانوالہ۔

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر ضرور لکھیں۔

شذرات

ایسے بہت سے مسیحی مل سکتے ہیں جو مسیح کی بادشاہت کے حصہ دار بننے کی کمال تمنا رکھتے ہیں۔ اس بادشاہت میں بڑے بڑے عہدوں پر ممتاز ہونا چاہتے ہیں۔ خوب عیش و عشرت کے مزے لوٹنا چاہتے ہیں۔ اونچی جگہوں میں بیٹھنا پسند کرتے ہیں۔ سب سے بڑا بننے کی دھن میں سرگرم کار رہتے ہیں۔ لیکن ایسے شاذ ہی مسیحی ملینگے جو یسوع مسیح کی صلیب اور اس کے دکھ اٹھانے میں جو دوسروں کے فائدے کے لئے ہوں حصہ دار بننے کے طالب ہوں۔ دوسروں کے فائدے کے لئے صلیب برداری اور دوسروں کو آرام دینے کے لئے تکالیف اٹھانا مسیحی زندگی کا منتہا و مقصود ہے بہت سے ایسے مسیحی ملسکتے ہیں جو یسوع مسیح کی بادشاہت میں اسکی میز پر بیٹھکر اس کے ساتھ کھانا کھانے کی فکروں میں مشغول پائے جاتے ہیں۔ مگر وہ یسوع مسیح کے ساتھ دکھ اور مصیبت کی تلخیوں کا بھرا ہوا پیالہ پینے کو راضی نہیں ہیں بہت سے مسیحی ایسے مل سکتے ہیں جو یسوع مسیح کی بادشاہت میں نہایت اعلے اور نفیس مکانات میں رہنے کے بڑے مشتاق ہیں پر وہ اپنی دنیوی زندگی میں بے گھر اور بے در ہو کر یسوع مسیح کے ساتھ بسر کرنے کو تیار نہیں ہیں بہت سے مسیحی ایسے بھی ملسکتے ہیں جو آسمان پر بڑے بڑے خزانوں کے مالک بننے کی امید میں مست ہیں پر وہ اپنی زمینی زندگی کے خزانوں کی کوڑی بھی دوسروں کو خرچ کرنا نہیں چاہتے ہیں۔ بہت سے ایسے مسیحی ہونگے۔ جو خدا کی بادشاہت میں سفید و بے داغ لباس پانا چاہتے ہیں۔ پر زمین پر کسی محتاج کو پھٹا پرانا لباس پہنانا پسند نہیں کرتے۔ اس قسم کے لوگ تب تک عیسائی نظر آسکتے ہیں جب تک عیسائی کہلانے میں ان کی دنیوی زندگی کے فوائد کی ترقی ہوتی انہیں دکھائی دیتی ہے لیکن جب ہی انکی دنیوی امیدوں کو صدمہ پہنچا وہیں ان کی عیسائیت کی عمارت فنا ہو جاتی ہے۔ امتحان کی گھڑی میں ایسے عیسائیوں کی عیسائیت انہیں نہیں بچا سکتی مگر جو مسیحی لوگ اپنی زندگی میں اور اپنی زندگی کی خدمات میں یسوع مسیح کے نقش قدم پر گامزن ہیں۔ وہی اس کی بادشاہت اور اس کی بادشاہت کی نعمتوں کے حصہ دار ہیں۔ مگر ایسے لوگ کہاں مل سکتے ہیں جو بغیر معاوضہ یسوع مسیح کی زندگی کی خدمات کو انجام دیتے ہوں؟

خواہ ہمیں کوئی ایسا شخص نظر آئے جو مسیحی کہلانے کا حق رکھتا ہوں۔ پر ایک بات بالکل صاف ہے اور وہ یہ ہے کہ فی زمانہ اقوام انسانی میں وہ خدمات آجتک موجود ہیں۔ جو یسوع مسیح نے اپنی زندگی میں انجام دی تھیں تمام اقوام میں ان خدمات کی انجام دہی کا احساس روز بروز بڑھتا جا رہا ہے۔ جو یسوع مسیح اپنی زندگی میں انجام دیا کرتا تھا جنہیں یسوع مسیح کے شاگرد انجام دیا کرتے تھے جنہیں مشنری صاحبان آجکل انجام دے رہے ہیں مسیحی خدمات دنیا میں آجتک موجود ہیں۔ مگر شکوہ ہو تو اس بات کا ہے کہ ہم مسیحی بہت کم ہیں جو ان خدمات کو انجام دینے والے ہیں۔ کھیت تو بہت ہیں پر مزدور تھوڑے ہیں۔

دیندار مسیحی سب سے پہلے اپنے نفع کو مد نظر نہیں رکھتا۔ اس کی نظر میں دوسروں کا نفع مقدم ہے۔ نہ وہ اپنے زخموں کو مد نظر رکھتا ہے بلکہ اس کی نگاہ میں دوسروں کے زخم رہتے ہیں۔ دوسرا بڑھے اور میں گھٹوں۔ میری گھٹتی کو بڑھانا میرا کام نہیں بلکہ دوسروں کا کام ہے۔ جنکی بڑھتی کے لئے میں گھٹ رہا ہوں۔ یہی مسیحیت کا اعلان ہے۔ یہی دنیا کی جملہ اقوام کے زخموں کا مرہم ہے۔ ابتدا سے مسیحیت کی ابتدا تک اور مسیحیت کی ابتدا سے لیکر زمانہ حال تک غیر مسیحی دنیا اپنے آپ کو بچانے کے اصول کی کمال کشمکش ہوئی ہے۔ وہ



ہرگز اپنے آپ کو نہ بچا سکی۔ صرف دنیا کی نجات وحیات کا اصول اپنے آپکو دوسروں کے مفاد میں دے دینا ہے اس قانی اصول کی پابندی میں مسیحی رہتا ہیں۔ اگر مسیحی اسکی پابندی نہیں رکھتے تو وہ لاریب ہوتا ہیں

میرے کان میں کلام سننے والوں کا کثیر اور بلند آوازوں کے شور سنائی دیتے ہیں۔ مگر میں ان کا خیال تک نہیں کرتا ہوں مگر ایک خدا کی دھیمی آواز جو کان میں آ پڑتی ہے وہ شور و شغب کے درمیان بھی سنائی دیتی رہتی ہے وہ کبھی بند نہیں ہوتی۔ وہ اب بھی سنائی دیتی ہے۔ وہ یہ نہیں کہتی کہ تو کیا سوچتا؟ کیا ہوتا ہے۔ پر اس کا استفسار تو یہ ہے کہ تو کیا کرتا ہے بلا کاش ہمارے کان کھلے ہوتے اور ہم اپنی زندگی کے مشاغل جواب میں اس کے حضور پیش کرتے ہیں۔

ہر ایک انسان کسی نہ کسی کام کو پسند کرتا ہے اور اس میں معروف رہتا ہے۔ اور یہ ایک نہایت بھلی بات ہے۔ چاہئے کہ ہر ایک انسان اپنے کاموں کو نہ صرف اچھی طرح کرے بلکہ ان میں یکتائے زمانہ ہو جائے وہ اگر اپنے کام سے محبت رکھتا ہے تو بھی اس کا اعلیٰ وصف خیال کیا جاسکتا ہے۔ اسے کسی کام سے جو اسکی زندگی کی روزی کا جائز وسیلہ ہو سکتا ہے حقیر نہ جاننا چاہئے۔ اگر کسی ملک کے لوگ سب صاحب ہنر ہوں تو وہ ملک ہر معنا میں خوشحال و مبارک ہو سکتا ہے مگر انسان کا کام صرف اپنی روزی کی ہی تلاش میں معروف رہنا نہیں ہے۔ کیونکہ انسان صرف روٹی ہی سے زندہ نہیں رہتا ہے۔ بلکہ اُس نے خدا کے جلال کا کام کرنا بھی سیکھنا ہے جس نے اُسے اپنی دنیا میں جگہ اور زندگی اور وسائل زندگی عطا فرمائے ہیں۔ ہم خدا کے کام کو فراموش کر کے ہرگز خوشحال نہیں ہو سکتے ہیں۔

زر افشاں کے لئے آپ نے کتنے خریدار بہم پہنچائے؟

کیا مسیحیت عالمگیر مذہب ہے؟

گزشتہ سے پیوستہ

مسیحیت کی عالمگیریت کا ثبوت نہ صرف دوازدہ رسل نے اپنی تعلیم و طرز زندگی سے دیا۔ بلکہ کلیسیا نے بھی ہر ملک اور ہر قوم کے درمیان ابتدا ہی سے اپنے مبلغین بھیجکر دنیا پر ثابت کر دیا کہ وہ اپنے نبی کے طرز زندگی اور احکام پر عمل پیرا رہی ہے۔ مسیحی کلیسیا میں بیسیوں تفرقے اور بدعتیں نکلیں۔ لیکن انجیل جلیل کی اشاعت کے متعلق راسخ الاعتقاد کلیسیائیں اور بدعتی کلیسیائیں متفق الرائے ہی رہیں۔ یہ امر کبھی بھی کلیسیا کی تواریخ میں متنازعہ فیہ نہ ہوا۔ مشرق و مغرب کی کلیسیائیں انجیل کی اشاعت کو موجب سعادت ہی خیال کرتی رہیں چنانچہ دوسری صدی کے آغاز تک مشرقی کلیسیا نے مغرب کی انتہا تک ہر صوبہ میں اپنے مبلغین کو بھیجا۔ انہوں نے اپنی جانوں کو ہتھیلی پر رکھا۔ تکالیف سفر، مصائب زمانہ، شاہی ایذا رسانیوں کی پرواہ نہ کی۔ آج مغربی ممالک کی کلیسیاؤں کا وجود مشرقی کلیسیا کی ان مساعی کا نتیجہ ہے۔ اسی طرح مشرقی ممالک کی کلیسیاؤں کا احیاء آج کے دن گو بیشتر طرز عمل مغربی کلیسیاؤں کی تبلیغی کوششوں کا نتیجہ ہے۔

راسخ الاعتقاد کلیسیاؤں نے اپنے مبلغین کو ہندوستان جیسے دور دراز ملک میں دوسری صدی تک میں بھیجا جو کوہ و دشت و بیابان اور سنگلاخ پہاڑوں کو طے کر کے ہمارے وطن میں پہنچے اور یہاں مسیحیت کا چراغ روشن کیا۔ بدعتی کلیسیائیں بھی اسی بات پر عمل پیرا رہیں۔ مثال کے طور پر یہاں صرف نسطوری مسیحیت کا ذکر کرتے ہیں۔ جس کے زیر اثر رسول عرب نے بھی روحانی تعلیم اور تربیت پائی تھی۔ مورخ گبن ہم کو بتلاتا ہے کہ نسطوری مسیحیوں نے اپنے خلیفہ فارس

"تاتاریوں کے خیموں میں جا نصب کئے۔ تبت کا لاما ان کے منہ کے الفاظ سے خائف و ترساں تھا۔ پنجاب کے چاول کے کھیتوں میں وہ کھڑے ہو کر منادی کرتے تھے۔ بحر ارال کے مچھلی پکڑنے والوں کے درمیان وہ تعلیم دیتے تھے۔ منگولیا کے لق و دق بیابان میں سے وہ اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر گذر گئے۔ مشہور سنگن فو کے کتبہ جات اس امر کی شہادت دیتے ہیں کہ انہوں نے روحانی طور پر چین کو فتح کر لیا تھا۔ ہندوستان میں ملیبار کے راجہ ان کے دینی انتساب کی عزت کرتے تھے۔ گیارھویں صدی میں نسطوری بطریق کا اختیار اس قدر وسیع ہو گیا تھا کہ اس کے ماتحت پچیس اسقف تھے جن کا اختیار چین سے لیکر تبت تک اور جھیل بیکال سے لیکر راس کماری تک تھا۔" آج مسیحی کلیسیا لاکھوں صلیب کے مبلغین کو دنیا کے ملکوں صوبوں شہروں بلکہ گاؤں میں بھیجتی ہے اور کروڑوں روپیہ ہر سال خرچ کرتی ہے تاکہ ہر فرد بشر کو انجیل کا پیغام سنا دیں

اس قول کے ثبوت میں ہم ذیل میں ایک انگریزی رسالہ اسلامک ورلڈ ماہ اپریل ۱۹۲۵ء سے اقتباس کرتے ہیں۔ وہاں مرقوم ہے۔ دنیا میں مسیحیت کی اشاعت کی غرض سے سات سو[1] مشنری انجمنیں ہیں جو باقاعدہ کام کر رہی ہیں۔ یہ تعداد صرف انگریزی اور پروٹسٹنٹ انجمنوں پر مشتمل ہے۔ وہ انجمنیں جن کا تعلق رومی کلیسیا سے ہے اور جو ساری دنیا کا سب سے بڑا حصہ ہے ان کے علاوہ ہیں۔ دنیا کے بڑے بڑے ممالک نے ۱۹۲۳ء میں ان انجمنوں کو اکیس کروڑ سترہ لاکھ بائیس ہزار روپیہ تو صدقہ دیئے ہیں۔ ساٹھ سالوں میں سالانہ مشنری ضروریات ڈیڑھ کروڑ روپیہ سے بائیس کروڑ روپیہ تک پہنچ گئی ہیں۔ ان سوسائٹیوں میں انتیس ہزار ایک

[1] یہ چھوٹی مشنری سوسائٹیاں اس تعداد میں شامل نہیں۔ انکی تعداد ان سات سو کے علاوہ ہے۔



اٹھاسی کروڑ ہیں اور ایک لاکھ پچاس ہزار چار سو شدہ ولیس جانتے ہیں (صفحہ ۲۰۹)۔

ناظرین انکو کھو کر اپنے گزشتہ پیش کے حالات کو دیکھیں کہ دنیا میں کسی کی سلطنت دائمی رہی نہیں جتنی مسیح کی سلطنت رہی ہے۔ دنیاوی سلطنتیں عروج پکڑ کر دب گئیں اور مٹ بھی گئیں لیکن مسیح کی روحانی سلطنت ہمیشہ قائم رہی اور رہیگی۔ دنیاوی شاہنشاہوں نے اپنے اور بیانیوں نے اور دیگر شاہوں نے تلوار کے زور سے اسکو مٹانا چاہا لیکن وہ خود مٹ گئے اور یسوع ناصری فاتح ہی رہا اسکی سلطنت پھیلتی ہی گئی اور پھیلتی جائیگی۔ یہ حقیقت خود منجی کی زمین کی مانگ رہی ہے اور اس کی تعلیم کے برتر ہونے کا کافی ثبوت ہے۔ مسیحیت کی تعلیم ہر زمانہ اور ہر ایک … اور ہر قوم اور ہر ملک کیساتھ سازگاری کر سکی جہاں جہاں مسیحیت گئی وہاں وہاں اس نے ہر جگہ فتح اور ہر دل … اپنی کامیابی کے ساتھ … ہونے کی قابلیت رکھنے کا ثبوت دیا۔ اس کے قانون کلی تمام ممالک … کے اصول اخلاقیات تمدن معاشرت۔ اقتصاد اور … کا جامع مرکز ہے تمام … کا احتواء رکھنے کی استعداد اور قابلیت رکھتے ہیں … کامل … تمام … زندگی پر حاوی … نظام عالم کی … کرتی آئی ہے … حقیقت کا انکار نہیں کر سکتے … معلوم ہے … آفتاب …

۵ اسلامک ریویو نے ان ممالک میں صرف ممالک متحدہ امریکہ، کینیڈا، برطانیہ، اور دیگر … ان۔ ہالینڈ، سوئٹزرلینڈ اور جرمنی کو ہی شامل کیا ہے۔ دنیا بھر کے باقی ممالک کا چندہ اس آٹھ کروڑ سے علاوہ ہے۔ ان دیگر ممالک کی مشنری سوسائٹیوں اور ان کے خرچ … دیسی جماعتوں اور ان کے چندوں کا اس جگہ ذکر نہیں کیا گیا۔

بچوں کے لئے ایک حکایت

کچھ عرصہ ہوا کہ ایک مسیحی لڑکی اور ایک ہندو لڑکی کا آپس میں نہایت میل ملاپ تھا۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ یہ دونوں لڑکیاں ایک مکان کے برآمدہ میں بیٹھی ہوئی تھیں اور گلدستہ بن رہی تھیں۔ دفعتہً ایک زہریلا کالا سانپ چھت میں سے گرا یہ دونوں لڑکیاں دہشت کے مارے بھاگ گئیں اور مسیحی لڑکی نے زور سے چلا کر کہا کہ اے خداوند یسوع مسیح میں تیرا شکر کرتی ہوں کہ تو نے دونوں بہنوں کو اس موذی کے ہاتھ سے بچایا۔ ہندو لڑکی نے کہا کہ پیاری بہن یسوع مسیح کون تھا مسیحی لڑکی نے جواب دیا کہ کیا بہن تم نہیں جانتی کہ یسوع مسیح کون تھا یسوع مسیح جو کہ دنیا کا نجات دہندہ ہے دو ہزار برس ہوئے ملک یہودیہ کے شہر بیت لحم میں پیدا ہوا تھا اسکی ماں کا نام حضرت مریم اور شرعی باپ کا نام حضرت یوسف تھا۔ وہ روح القدس کی قدرت سے پیدا ہوا تھا پنطوس پیلاطوس کے عہد میں دکھ اٹھایا مصلوب ہوا مر گیا دفن ہوا تیسرے دن مردوں میں سے جی اٹھا۔ آسمان پر چڑھ گیا اور خدا قادر مطلق کے دہنے جا بیٹھا۔ وہاں سے وہ زندوں اور مردوں کی عدالت کے لئے … آنے والا ہے۔ پھر ہندو لڑکی نے پوچھا کہ بہن کیا اس دنیا کے لوگ سب پاپی ہیں۔ عزیز بہن میں بھی انجیل پڑھتی ہوں اور تم کو بتلاؤنگی کہ خدا کے پاک کلام میں کیا لکھا ہے۔ بہن دیکھو۔ وہ سب گمراہ ہوئے وہ ایک ساتھ بگڑ گئے۔ کوئی نیکو کار نہیں۔ ایک بھی نہیں (زبور ۱۴: ۲، ۳، رومیوں ۳: ۱۰-۱۲)۔ ہندو لڑکی نے پھر دریافت کیا کہ عزیزہ سسٹر کیا یسوع مسیح ہم سب کو بچا سکتا ہے۔ ہاں میری عزیز بہن آدمی اس پر ایمان لانے سے برے سے بھلا بن سکتا ہے کیونکہ یسوع مسیح نے وعدہ کیا ہے اور میرا ایک

متنا بخشا ہوگا وہ ہر … دیتا ہے کہ اے محنت اٹھانے والو اور بوجھ سے دبے ہوئے لوگو میرے پاس آؤ میں تمہیں آرام دونگا۔ میرا جوا اپنے اوپر اٹھا لو اور مجھ سے سیکھو کیونکہ میں حلیم ہوں اور دل کا فروتن ہوں تمہاری جانیں آرام پائینگی۔ کیونکہ میرا جوا ملائم ہے اور میرا بوجھ ہلکا ہے متی ۱۱: ۲۸-۳۰ پھر انجیل میں لکھا ہے کہ مسیح پر ایمان لانے سے وہ ہم کو ہمارے گناہوں سے پاک کرتا ہے کیونکہ وہ ہمارے گناہوں کا کفارہ ہے اور نہ صرف ہمارے ہی گناہوں کا بلکہ تمام دنیا کے گناہوں کا۔ ۱ یوحنا ۲: ۲۔ اس لئے میری عزیز بہن خدا ایک ہے لیکن تم خدا کا اور اسکے بیٹے یسوع مسیح کا جس نے اپنے قیمتی خون سے ہم کو پاک کر کے … خدا باپ کے دہنے ہاتھ جا بٹھایا۔ جب ہندو لڑکی نے یہ تاثیر والی بات سنی تو بہت خوش ہوئی اور پھر ایک انجیل لینے کا سوال کیا۔ اگر بہن آپ کے پاس انجیل ہے تو کچھ دن کے لئے مجھکو مہربانی سے عنایت کریں مسیحی لڑکی نے بڑی محبت کے ساتھ اور خوشی سے ایک نئی انجیل جو انہیں منگوا کر دیدی۔ میری عزیز بہنو اور سکول کی لڑکیو۔ تمہارے اسکول میں اور تمہارے گھروں کے پاس کتنی ہندو مسلمان لڑکیاں رہتی ہیں اور اسکول میں بھی تعلیم لینے کے واسطے آتی ہیں۔ تم ان کو اپنی دوست بناؤ اور انکو یسوع مسیح کے نام کی گواہی دو اور خداوند اور اسکی پاک قوت کی تاثیر سے مضبوط ہو۔ خدا کے سب ہتھیار باندھ لو تاکہ تم ابلیس کے منصوبوں کے مقابلہ میں قائم رہ سکو۔ ہاں تم خدا کا ایسا ہی کر سکتی ہو۔ آمین۔

راقمہ مسز … این سالومن۔

سکھر میں ایک عورت کے ایک ہی دن میں ۸ بچے پیدا ہوئے جو آٹھ گھنٹے زندہ رہ کے بعد مر گئے ایک مردہ پیدا ہوا۔ باقی ہم زندہ رہے … (عام)



مذاکرۂ علمیہ

یعنی

جناب مولینا مولوی ابوالوفا ثناء اللہ صاحب مولوی فاضل مدیر اخبار اہلحدیث امرتسر کے مضمون اثبات التوحید کا جواب

(مرقومہ ڈاکٹر مولوی حشمت اللہ حشمت منشی فاضل)

نمبر دوم

جناب مولینا مولوی ابوالوفا ثناء اللہ کی طرف سے جو جواب اب تک اخبار اہلحدیث امرتسر مطبوعہ ۱۵ و ۲۲ جنوری کے دو پرچوں میں مسلسل نکل چکا ہے۔ اس کے مطالعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ مولوی صاحب رسالہ اثبات التثلیث فی التوحید کے چند فقرات نامکمل طور سے نقل کر کے اور اس کے بارے میں چند غیر ضروری کلمات رقم کر کے دعام اس سے کہ وہ متعلق ہوں یا غیر متعلق ٹال دینا یا اپنا پیچھا چھڑا کر سرخرو ہونا چاہتے ہیں۔ اور یوں خون لگا کر شہیدوں میں شامل ہوا چاہتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ وہ اب تک تحقیق اور مطابق جواب دینے سے گریز کر کے محض مناقشہ سے کام لیتے رہے ہیں۔ کما لایخفی۔

اخبار اہلحدیث مطبوعہ ۲۲ جنوری ۱۹۲۶ء میں آپ نے پادری صاحب کی جو دلیل نقل کی ہے۔ اس کے بارے میں عرض ہے کہ رسالہ اثبات التثلیث فی التوحید کے نامدار مصنف عالیجناب پادری عبد الحق صاحب نے اس میں مندرجہ ذیل امورات قابل لحاظ پیش کئے ہیں کہ اگر خدا تعالیٰ کے لئے وحدت عددی مان لیں تو اس میں یہ تباحتیں ہونگی (۱) وہ لامحدود نہ رہیگا (۲) وہ متبعض نہ رہیگا (۳) واحد حقیقی بھی نہ رہیگا کیونکہ عدد امر اعتباری ہے"۔

پس اس دلیل سے پادری صاحب موصوف کا منشاء یہ ثابت کر دینے کا ہے کہ خدا تعالیٰ کی وحدت وحدت قبیل سے نہیں ہے۔ اب مولوی صاحب کو لازم بلکہ انسب تھا کہ وہ یا تو اس دلیل کی مخالفت کر کے اس کا ضعف دکھاتے اور اسکو بادلائل رد کر کے ثابت کر دیتے کہ خدا لامحدود و متبعض ہوتا منافی وحدت نہیں اور اس میں وحدت حقیقی نہ ارد ہے اور یا اس دلیل کی تکذیب کر کے ناظرین پر واضح کر دیتے کہ اگر خدا تعالیٰ کی وحدت وحدت عددی تسلیم کر لی جائے تو بھی وہ لامحدود اور متبعض ہی رہتا ہے اور کہ عدد امر اعتباری نہیں ہے۔

اگر آپ کے خیال میں پادری صاحب کا استدلال بالکل صحیح تھا تو کم از کم آپ تسلیم کر لیتے کہ ہم بھی خدا تعالیٰ کو واحد بلحاظ وحدت عددی کے نہیں مانتے؟ مگر آپ نہ تو مانتے ہی کرتیار ہیں اور نہ دلیل مذکور کا باقاعدہ رد ہی کر سکتے ہیں پھر ہم اس کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں۔ کہ آپ میں اس دلیل حق کو رد کرنے کی ہمت ہی نہیں ہے اسی سبب سے آپ مصداق کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا کی مفہوم و مصداق ہی کو بار بار دہرائے اور رٹے جاتے ہیں۔ اجی حضرت! مفہوم و مصداق کا تعلق تو پادری موصوف کی چوتھی دلیل کے ساتھ ہے جہاں کلی اور جزئی کے متعلق بحث کی گئی ہے اور جس پر قبل ازیں پادری صاحب کی مولینا مولوی محمد ابراہیم صاحب کے ساتھ کافی بحث ہو چکی ہے۔ پادری صاحب نے مفہوم اور مصداق کو تو خوب سمجھا ہوا ہے۔ مگر آپ کو آج تک ان کا امتیاز ہی معلوم نہیں ہے لیجئے صاحب ہم آپ کو بتلاتے ہیں کہ کلی یا جزئی منطقی کو مفہوم اور جس کو اس کا مصداق کہتے ہیں۔ اب کہیے گئے؟

پھر جیسا کہ پادری صاحب نے محاسبین کا مقولہ نقل کر کے یہ دکھایا ہے کہ عدد واحد ایک مفروضہ ہے اور دوسرے اعداد کے بغیر اس کا مفہوم کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ تو اس کی یہ تفریق کا کیونکر باطل ہو گئی۔ کہ وحدت بغیر کثرت کے کوئی شے ہی نہیں۔

علاوہ ازیں آپ کا کثرت کو افرادی اور اجزائی پر منحصر کرنا بھی باطل ہے کیونکہ ہم کثرت ذاتی کے قائل ہی نہیں ہیں۔ رسالہ اثبات التثلیث فی التوحید میں بار بار بیان کیا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ ذات میں واحد ہے۔ اور اس واحد ذات میں اقانیم کی کثرت ہے۔

اور اسی طرح اقانیم کو اجزا قرار دینا بھی آپ ہی کی بالکل جدید اور انوکھی اختراع اور خود ساختہ بات ہے بقول آپ کے اقانیم اجزاء ہیں تو بتلا دیجئے کہ وہ اجزا ذہنی ہیں یا تخیلی یا خارجی؟

اگر ذہنی ہیں تو مبہم ہیں یا معین؟ اور یہ بھی فرمائیں کہ اجزائے ذہنی فرض کر لینے سے بھی حدوث لازم آتا ہے یا نہیں؟ اور کیا واجب الوجود حادث ہے یا قدیم؟

اگر تخیلی ہیں تو پھر فرمائیے کہ اقانیم کس عنصر سے متعلق ہیں؟

اگر وہ خارجی ہیں تو بتائیے کہ آپ اقانیم کو صورت قرار دیتے ہیں یا ہیولیٰ؟

یا ان تینوں اقسام کے اجزاء کے علاوہ کوئی اور چوتھی قسم بھی اجزاء کی ہو سکتی ہے؟ اگر ہو سکتی ہے تو وہ کون سی ہے؟ خوب واضح کیجئے۔

جواب من: آپ پہلے ان سب امورات پر خوب ہی غور و خوض فرما کر قطعی فیصلہ کریں اور کل مرکب حادث کا مسلہ قطعیہ زبان مبارک پر لائیں۔

مخفی نہ رہے کہ ان کی ترکیب کا جواب رسالہ اثبات التثلیث فی التوحید کے صفحہ ۳۰ پر اعتراض اول کے جواب میں مندرج ہے۔ مہربانی سے تکلیف گوارا فرما کر وہاں سے دیکھ لیجئے۔ اور اقانیم کی تشریح بھی صفحہ ۱۰ پر ملاحظہ فرمائیے۔

میرے محترم مولوی صاحب! مناظرہ کے لئے یہ لازمی شرط ہے کہ جانبین ایک دوسرے کے مقالہ

اور مسلمات وغیرہ سے کما حقہ واقف ہوں جب تک اس قسم کی شرائط کی پابندی نہیں کی جاتی مناظرہ محض فضول ہوا کرتا ہے۔ وہ مناظرہ نہیں بلکہ مناقشہ ہو اور محض شرارت نفسانی کہلاتی ہے۔ حالانکہ مناظرہ کا مقصد یہ ہے کہ نیک مطلب نکالنے کے واسطے اور حق بات ثابت کرنے کے لئے باہم بحث کی جائے تاکہ دلائل رکیکہ و بعیدہ سے کوئی اصل مقصد فراموش کر دیا جائے۔ اس سے منافرت بڑھتی اور اصل مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ آپ کے جوابی مضمون کے پڑھنے سے ہمیں بخوبی معلوم ہو گیا ہے کہ آپ مسیحی عقیدہ تثلیث فی التوحید سے ہرگز ہرگز واقف نہیں ہیں۔ آپ نے کبھی اس پر بخوبی غور نہیں کیا اور نہ اس کا صحیح مفہوم سمجھنے کی اب تک کوشش کی ہے۔ اس لئے قواعد مناظرہ سے الگ تھلگ ہو کر جو کچھ دل میں آتا ہے تحریر و تسلیم کر دیتے ہیں۔ اور امورات غیر متعلقہ کی بھرمار کر دیتے ہیں یہ طریقہ محققین کا نہیں ہے جس مودبانہ التماس ہے کہ پہلے آپ پادری صاحب موصوف کے دلائل کا وزن کریں اور پھر اُن کے دلائل کو اگر وہ آپ کے خیال میں غلط ہوں انہی دلائل سے منسوخ کریں اور ایسا مسکت جواب دیں کہ جس کی تردید ہی نہ ہو سکے مگر ہمیں سخت افسوس ہوا کہ آپ جیسے فاضل۔ فاضل اور مشّاق شخص لا طائل اور دور از کار باتوں سے عہدہ برآ ہونے کی کوشش کر رہے ہیں۔ بلکہ سچ پوچھئے تو ہمیں آپ کے جوابی مضمون کے دو نمبری پڑھ کر اس امر کا کامل یقین ہو چکا ہے کہ آپ سے تا ابد اس کا جواب نہیں پڑیگا۔ آپ خود انصاف فرمائے کہ بھلا یہ کوئی جوابوں میں جواب ہے جو آپ دے رہے ہیں۔ کیا دنیا کے پردہ سے صاحبان نقش و بینش اور مبصران کا وجود ہی منقود و ناپید ہو گیا ہے اور سب فاقد العقل ہو گئے ہیں کہ جو صواب اور ناصواب۔ سرہ و ناسرہ اور صحیح اور غلط کا امتیاز

ہی نہیں کر سکتے؟ ہمیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے صرف اسلام کی یا اپنے مشہور نام کی لاج رکھنے کے لئے قلم ہاتھ میں لے لیا ہے اور بس۔ خواہ کسی ایک دلیل کا بھی جواب با صواب نہ دیا جا سکے۔ تحقیق سے آپ کو بالکل سروکار نہیں ہے۔ اور اگر ہمارا یہ خیال غلط ہو۔ اور اگر آپ واقعی محقق ہوں تو پھر میری مودبانہ التماس یہ ہے کہ آپ براہ کرم رسالہ اثبات التثلیث فی التوحید کے مضمون اور اس کے پر زور دلائل کو بلا تعصب بڑے غور کے ساتھ کرر سہ کرر ملاحظہ فرمائیں اور ہمارے عقیدہ کا صحیح مفہوم سمجھ لیں۔ اور اس کے بعد آپ کا اختیار ہے کہ اس پر دل کھول کر اعتراض کریں یا اسکو دل سے تسلیم کر لیں۔ فہو المراد۔

مسیحیانِ پنجاب سُن لو

کہ آپ کے متواتر تقاضوں کے باعث میں نے پادری سلطان محمد خاں صاحب کو مجبور کیا کہ آپ پنجاب کے متعدد مقامات پر مسیحیوں اور غیر مسیحیوں میں تبلیغی وعظ کریں چونکہ ہر بار آپ کا دہلی سے ایک دور و دراز سفر طے کرکے آنا بہت مشکل ہے۔ اس لئے یہ فیصلہ ہوا ہے کہ آپ صوبہ پنجاب کے لئے مارچ کا مہینہ مخصوص کر دیں۔ آپ۔ آخر فروری میں یہاں تشریف لانے اور اوائل اپریل میں وطن مالوف کو مراجعت فرمانے کا قصد رکھتے ہیں جس کے لئے ہم آپ کا دل و جان سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔

اس زرین موقع سے کامل فائدہ حاصل کرنے کی غرض سے اعلان شائع کیا جاتا ہے کہ

(۱) صوبہ پنجاب کی جو مسیحی جماعتیں

(۲) ماہ مارچ میں پادری صاحب کو لیکچروں کے لئے مدعو کرنا چاہیں۔

(۳) وہ (۱) اپنے مقرر کی (۲) پادری صاحب (۳)

کسی دوسرے شخص کی معرفت

(۴) براہ راست مجھ سے پتہ ذیل پر خط و کتابت کریں۔

(۵) یہ ملحوظ خاطر رہے کہ دعوت دہندہ اصحاب خود بخود نہ لیکچر کا مضمون ہی مقرر کریں اور نہ ہی تاریخ کا تعین یا اعلان کریں۔

(۶) اور کہیں مباحثہ کی صورت پیدا ہو جائے تو فریق مخالف سے ہرگز کوئی مضمون یا شرط خود طے کریں۔ تاریخ مضمون اور دیگر امور متعلقہ پر خط و کتابت پتہ ذیل پر مجھ سے طے کریں۔ اور دعوتی فرمائشیں ۲۰ فروری تک روانہ کر دیں۔

المعلن ایم۔ کے۔ خان۔ مہان سنگھ باغ۔ لاہور

سہارن پور کنونشن

تاریخ ۔ اپریل لغایت اپریل ۱۲ ۱۹۲۶ء

مضمون "مسیح ہمارے روزانہ تجربہ میں"

مقرران۔ ڈاکٹر چتمبر صاحب۔ جیپور

ڈاکٹر اسٹینل جونس صاحب۔ ڈاکٹر بک صاحب۔ پادری بھجول صاحب۔ پادری ٹھاکر داس صاحب۔

خاص امور غور طلب۔ (۱) صرف پانچ آنہ میں یومیہ ایام کے لئے چارپائی۔ روشنی۔ صفائی۔ رہائش کا انتظام ہوگا۔ (۲) خوراک تازہ و سستی کنونشن کے مقام پر ملیگی۔ (۳) موجودہ کلیسیا کے تمدنی حالات کے بارے میں روزانہ کانفرنس ہوگی (۴) از حد پر ترقی تلاوت کلام پر زور دیا جائیگا۔

کن کن چیزوں کی ضرورت ہے (۱) آپ کی ضرورت ہے (۲) آپ کی دعا کی ضرورت ہے (۳) آپکے دوستوں کی ضرورت ہے۔ تواریخ کنونشن کو یاد رکھئے۔ اپریل لغایت ۱۲ اپریل ۱۹۲۶ء

مفصل کیفیت پادری امرداس ایم۔ اے۔ مشن دہلی سے دریافت کیجئے۔



پنجاب میں روغنی تخموں کی فصل ربیع ۲۶-۱۹۲۵ء کے متعلق پہلا تخمینہ

(از محکمہ اطلاعات پنجاب)

اس تخمینہ میں جن فصلوں کو لیا گیا ہے حسب ذیل ہیں سرسوں، رائی، تارامیرا اور السی۔ ان میں جس فصل کی آبپاشی ہوتی ہے وہ بالخصوص توریا ہی ہے۔ توریا وسط اور جنوب مغربی پنجاب میں اگست اور ستمبر کے مہینوں میں بویا جاتا ہے اور اسکی فصل دسمبر اور جنوری میں کٹ جاتی ہے۔ دیگر روغنی تخم اس کے بعد بوئے جاتے ہیں اور انکی کٹائی مارچ اور اپریل میں ہوتی ہے۔

زیر سنہ ۱۹۲۵ء کے آخر میں زمین کا مجموعی رقبہ جس میں السی بوئی گئی تھی، اکتیس ہزار چار سو (۳۱۴۰۰) ایکڑ تھا جس میں سے اٹھارہ ہزار دو سو (۱۸۲۰۰) ایکڑ آبپاشی تھی۔ اور تیرہ ہزار دو سو (۱۳۲۰۰) ایکڑ غیر آبپاشی۔ دیگر روغنی تخموں کی فصلوں کے رقبہ کا تخمینہ گیارہ لاکھ اکتیس ہزار (۱۱۳۱۰۰۰) ایکڑ تھا جس میں سے پانچ لاکھ اکتالیس ہزار پانچسو (۵۴۱۵۰۰) ایکڑ آبپاشی اور پانچ لاکھ اناسی ہزار پانچ سو (۵۸۹۵۰۰) ایکڑ غیر آبپاشی تھی۔ ماساک باراں اور سرما میں پانی کی قلت کے باعث روغنی تخموں کی فصلوں کے لئے موسم عام طور پر اچھا نہیں تھا۔ اس لئے اس سال ان فصلوں کی بیج کی کاشت میں گزشتہ سال کی نسبت علی الترتیب ۱۲ اور ۱۳ فیصدی کی کمی واقع ہوئی ہے۔ جس قدر رقبہ میں السی بوئی گئی ہے وہ گذشتہ سال کے رقبہ کے برابر ہی ہے۔

اگر سال گذشتہ سے مقابلہ کیا جائے تو اس سال کے موسم ربیع میں روغنی تخموں کے اصل رقبہ زیر کاشت میں سب سے زیادہ کمی کرنال، لائلپور، لاہور، ڈیرہ غازیخان، شیخوپورہ، گوجرانوالہ اور منٹگمری کے اضلاع میں واقع ہوئی ہے۔ ضلع کرنال میں ستاون ہزار پانچ سو (۵۷۵۰۰) ایکڑ اور منٹگمری میں سولہ ہزار ایک سو (۱۶۱۰۰) ایکڑ کی کمی واقع ہوئی ہے

روغنی تخموں کی کاشت مختلف اضلاع میں انہیں دنوں میں شروع کی گئی جن میں عموماً ہوا کرتی ہے۔ ایستادہ فصلوں کی حالت عام اوسط و معمول سے کچھ کم ہے۔ اگر اوسط "سو" ہو تو فصلیں "۹۳" تصور کی جا سکتی ہیں۔

پنجاب کی تلونکی فصل کا آخری تخمینہ بابت سال ۱۹۲۵ء

(از محکمہ اطلاعات پنجاب)

اس سال کل رقبہ زمین جس میں تل زیر کاشت رہے گیارہ لاکھ سات ہزار چھ سو (۱۱۰۷۶۰۰) ایکڑ تھا۔ حالانکہ سال گذشتہ میں اس فصل کی کاشت ایک لاکھ نو ہزار دو سو (۱۰۹۲۰۰) ایکڑ زمین میں ہوئی تھی گویا اس سال ۸ فیصدی کا اضافہ ہوا۔ اس اضافہ میں جو موسم کے حسب حال ہونے کی وجہ سے تھا سوائے انبالہ، کانگڑہ، ہوشیارپور، امرتسر، گورداسپور، شیخوپورہ، منٹگمری، جھنگ کے باقی تمام اضلاع شامل ہیں۔ اس آخری تخمینہ میں دوسرے تخمینہ کی نسبت سات فیصدی کی زیادتی ہے۔

موسم بالعموم آرائی بہت زیادہ فصلوں کے حسب حال و حسب ضرورت نہ تھا۔ اس لئے پیداوار اوسط کی بجائے تحت الاوسط رہی۔ اس سال کل پیداوار تخمیناً دو لاکھ چھ ہزار نو سو (۲۰۶۹۰۰) ہنڈرڈ ویٹ ہے۔ سال گذشتہ ایک لاکھ بیاسی ہزار چار سو (۱۸۲۴۰۰) ہنڈرڈ ویٹ تھی۔ ۱۳ فیصدی اضافہ ہوا۔

فصل کی کٹائی انہیں دنوں میں شروع ہوئی تھی۔ جن دنوں میں عام طور پر ہوا کرتی ہے۔

ڈاکٹر سر جے سی۔ آر۔ یوئنگ میموریل فنڈ

ڈاکٹر سر جے سی۔ آر۔ یوئنگ مرحوم کی وفات پر ایک ماتمی جلسہ منعقد ہوا تھا جس میں مرحوم کے اکثر احباب نے شرکت فرما کر یہ تجویز کیا تھا کہ ایک فنڈ یوئنگ میموریل فنڈ کے نام سے کھولا جائے اور اس سے مرحوم کی یادگار قائم کی جائے۔ چنانچہ اس کام کے لئے ایک کمیٹی مقرر کی گئی تھی۔

اس کمیٹی کی تجویز ہے کہ مبلغ ۵ ہزار روپیہ چندہ کر کے مرحوم کی ایک اعلیٰ تصویر بنائی جائے اور ایک تختہ بھی اگر فنڈ میں گنجائش ہو تو ایک وظیفہ مرحوم کے نام پر جاری کیا جائے۔

پروفیسر ایس۔ این گپتا فورمین کرسچن کالج لاہور اس رقم کے خزانچی ہیں۔ حضرات جو کچھ عنایت فرمائیں گے بلا کم و بیش کے خیال کے شکریہ کے ساتھ قبول کیا جائیگا۔

راجہ سر ہرنام سنگھ۔ سر شادی لال۔ سر محمد شفیع۔ رائے بہادر موتی ساگر۔ مسٹر کے۔ ایل رلیا رام ہیڈ ماسٹر مشن ہائی سکول لاہور۔ لالہ رشنداس وکیل ایسٹ۔ مسٹر منوہر لال بیرسٹر۔ مسٹر عبدالرشید بیرسٹر۔ سردار کھڑک سنگھ۔ مسٹر پی۔ این دت رجسٹرار پنجاب یونیورسٹی۔ جسٹس کنور دلیپ سنگھ۔ میور سینٹ ڈاکٹر سی ایچ۔ سائمس۔ خان بہادر شیخ عبدالقادر ممبران یوئنگ میموریل فنڈ کمیٹی

([illegible])

مفلسی تیرا ستیاناس

ایک ہندو لڑکی جس کی عمر قریباً سات سال ہے کرتارپور کے قریب ایک جنگل میں ایک بوری میں بند پڑی پائی گئی۔ سمجھا جاتا ہے کہ اس کے والدین مفلسی سے تنگ آ کر اسے وہاں چھوڑ گئے تھے۔

(ہند سماچار)



کیا مرحوم پادری کھڑک سنگھ صاحب آریہ سماج کے اُپدیشک تھے؟

کچھ دن گذرے کہ صحفہ پرکاش نے مرحوم پادری کھڑک سنگھ صاحب کی بابت لکھا تھا کہ آریہ سماج کے اُپدیشک بن گئے تھے۔ سطور ذیل کے بیان ذیل میں پادری صاحب کے حالات ملخصہ ذکر کر صحفہ پرکاش کی غلط بیانی ظاہر فرمائی ہے۔

ایڈیٹر

پنجاب کی مسیحی جماعت میں بالخصوص اور تمام ملک میں بالعموم پادری کھڑک سنگھ صاحب مرحوم کی یاد اس وجہ سے تازہ ہے کہ آپ نے اصول و تعلیم آریہ سماج کے نام سے جو ایسے زبردست رسالے لکھے جن کو مذہبی دنیا میں ممتاز مقبولیت حاصل ہوئی۔ آپ نے ہندو دھرم کو ترک کر کے دین مسیحی کو قبول کیا اور تمام عمر خداوند یسوع مسیح کے نام کی منادی کرنے میں صرف کی۔ مسیحی ہونے سے پیشتر آپ نے بنارس میں ویدوں کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور جب ویدک دھرم میں طمانیت نہ پایا تو مسیحی ہو کر اپنی تبدیل مذہب کی وجہ علانیہ ظاہر کی۔ چونکہ سنسکرت کے عالم اور تعلیمات ہندو مذہب سے کامل طور پر واقف تھے۔ اس وجہ سے اصول و تعلیم آریہ سماج پر جو ٹریکٹ لکھے ان سے آریہ سماج کے کیمپ میں کھلبلی مچ گئی۔ یہ ٹریکٹ اُردو زبان میں تو فی الحال نایاب ہیں مگر انگریزی اور ہندی میں بالترتیب ہوا ور اب پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی لاہور سے مل سکتے ہیں۔ مگر ہاں جب ہر ایک مسیحی مسلم اور مشہور اُس بے بنیاد تہمت کو پڑھے جو اخبار پرکاش نے آپ پر لگائی ہے تو حیران ہوگا۔

پرکاش کہتا ہے کہ

۱۸۸۸ء میں پادری کھڑک سنگھ رشی کے ساتھ شاستر ارتھ کرنے کے لئے امرتسر آئے۔ شاستر ارتھ کا پرنام یہ ہوا کہ رشی کے انوائی اور آریہ سماج کے اُپدیشک بن گئے۔ ان کی دونوں تحریروں کا بودا پن آریہ سماج

ہوا جس میں چوتھے میں نہیں لکھا کہ ان کا سرشتہ ایسا ہوا کہ رشی سے ہی سلسلہ کیا گیا۔ اس پر مزید لکھا ہے کہ اس وقت کئی عیسائی آریہ سماج کے سبھاسد بن گئے۔ (اخبار پرکاش لاہور صفحہ ۱۸ - ۲۰ نومبر ۱۹۲۵ء)

اس تحریر کو پڑھ کر ناظرین یقیناً چونک پڑینگے۔ مگر یہ ابھی کیا ہے مگر ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ آریہ سماج کی مقدس پستک ستیارتھ پرکاش میں یہی تعلیم دی گئی ہے چنانچہ پنڈت دیانند صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ

"اگر ششک اپنا ہی کا اپنا اعتقاد ہوتا کہ میرا اور برہم ایک ہیں۔ دنیا جھوٹ ہے تو درست نہیں اور اگر صرف جینیوں کی تردید کی خاطر انہوں نے ایسا کہا تو چنداں قابل اعتراض نہیں۔" (ستیارتھ پرکاش طبع اول جتنہ ادھیائے صفحہ ۳۲۹ باب ۱۱)

جس کا یہ مطلب ہوا کہ گویا دوسروں کو جھٹلانے کی خاطر

جھوٹ بولنا چنداں قابل اعتراض نہیں

جب کہ رشی کے جانشینوں کو ایسی تعلیم ملے تو ان کو کسی مرحوم مسیحی کی نسبت یہ کہہ دینا قابل اعتراض بلکہ نفرت نہیں ہو سکتا اور اس خیال سے اگر پرکاش نے پنڈت جی کو آریہ اُپدیشک بنا دیا ہو تو ہمارے نزدیک بھی چنداں قابل اعتراض نہیں ہے۔

لطف پر لطف

پرکاش کی وسعت بصیرت کا یہ عالم ہے کہ اسے آریہ سماج میں عیسائی اور عیسائیوں میں آریہ سماجی نظر آتے ہیں۔ اِدھر تو پادری کھڑک سنگھ کی نسبت جو کچھ صاحب اپنی افتراع کر لی اور اُدھر لکھتا ہے کہ آریہ سماج میں کئی لوگ ایسے ہیں جنہوں نے ملاپ کے مضمون کو اپنی شہرت کا زینہ بنایا ہے۔ ان کا نہ دھرم ہے نہ ایمان۔ وہ ہنگامی ہیں وہ آریہ سماجی بھی، سکھ بھی اور عیسائی بھی۔ ماس اہاری (یعنی گوشت خور) بھی ہیں۔ اور ... میں۔ لیکن یکتیکے ملاپ کے مضمون۔ آریہ سماج کی سیوا

ان کی جو کچھ مٹانے سکے کافی نہیں ۔۔۔ اگر وہ کچھ اور نہیں کر سکتے تو دشنام کا سبب ہوتے ہیں کہ انہوں نے آریہ سماج میں ایک گروہ ایسا پیدا کر دیا ہے جس کا مذہب سے عداوت کے متعلق کچھ ہو گیا ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ دنیا کی نظروں میں آریہ سماج میں ملاپ ہو جائے۔ چاہے **کوئی کچھ مانتا ہو۔** (پرکاش ...)

پرکاش کی اس حرکت نظری کی داد دیتے ہیں لیکن ایک بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی کہ پرکاش کی پارٹی دوسری پارٹی سے اس نے ملاپ میں اتحاد نہیں کر سکتی کہ وہ گوشت خور ہیں۔ پرکاش کو وہ لوگ جو ملاپ کا مسئلہ پیدا کرتے ہیں **عیسائی بھی** معلوم ہوتے ہیں اور اُدھر مسیحیوں کے نزدیک اُپدیشک پادری کھڑک سنگھ صاحب آریہ دکھائی دیتے ہیں۔ اب اگر پرکاش کی نظر کوسمیں حقیقت بیں ہو تو آریہ اور عیسائی کے درمیان مابہ الامتیاز کیا ہے؟ اور آریوں اور عیسائیوں میں باہمی نفاق کیوں پیدا کیا جاتا ہے؟

اب ہم اصل معاملہ کی طرف براہ راست رجوع کرتے ہیں اور پرکاش کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ جناب جہاشے صاحب

(۱) ۱۸۸۸ء میں کھڑک سنگھ صاحب پادری نہ تھے۔

(۲) آپ آریہ سماج کے اُپدیشک نہیں بنے۔

(۳) یہ غلط ہے کہ آپ رشی دیانند سے مباحثہ کرکے شکست یاب ہوئے اور اس کی وجہ سے رشی کے انوائی بن گئے۔

(۴) یہ قصہ کہ وہ شدھ ہو کر آریہ ہوئے مگر ان کا دوسرا رشتہ ایسا ہی اور ذکر کی شدھی سے انکار کیا گیا۔ غلط معلوم ہوتا ہے۔

(۵) یہ بھی غلط معلوم ہوتا ہے کہ پادری کھڑک سنگھ ۱۸۸۸ء میں شدھ ہوئے اور اس وقت کئی عیسائی آریہ سماج کے سبھاسد بنے؟

ان ستیارتھ آریہ کی اگر صرف جہاشوں کو وہ ام نزدیک میں لانے اور مسیحیوں کی تردید کی خاطر یہ الزامات گھڑنے لگے ہیں تو کہہ دو کہ چنداں قابل اعتراض نہیں۔

جہاں تک ہمیں اس وقت تک دریافت ہوا وہ حسب ذیل ہے۔

پنڈت کھڑک سنگھ صاحب کے لیکچر اردو زبان میں ۱۸۸۸ء میں دوسری بار چھپے۔ پس معلوم ہوا کہ پہلا طبع اس سے کئی سال پہلے چھپی تھی۔

(۲) پادری کھڑک سنگھ صاحب کا بیان جو انگریزی زبان میں موجود ہے اس سے ظاہر ہے کہ آپ مسیحی ہو کر آخر دم تک مسیح کی صداقت کا اقرار اور انجیل کی منادی کرتے رہے۔ اور ۱۹۰۰ء میں ایک صادق اور ایماندار مسیحی پادری کی طرح خداوند میں سو گئے۔

(۳) جناب کھڑک سنگھ صاحب ۱۸۸۷ء میں پنڈت تھے نہ کہ پادری۔ کیونکہ ہمارے پاس جو مستند ثبوت ہے کہ آپ اور ۱۸۸۸ء کو جناب بشپ فرنچ صاحب کے ہاتھوں پادری ہوئے۔ یہ لکھنا کہ پادری کھڑک سنگھ صاحب ۱۸۸۷ء میں پادری ہو کر پنڈت دیانند جی سے مباحثہ کرتے رہے غلط ہے کیونکہ جب آپ پادری ہی نہ تھے تو انکو پادری لکھنا ایک ایسا معاملہ ہے جس کی اگر چہ ان پروا نہ ہو تو آریوں کو نہ ہو۔ ورنہ کوئی دوسرا شخص ایسی جسارت نہیں کر سکتا۔

آریہ سماجی اخبارات میں

ہم دو تین سالوں سے آئے دن یہ غلط خبریں مطالعہ کرتے رہتے ہیں کہ فلاں گاؤں کے سب عیسائی شدھ ہو گئے فلاں صوبہ میں اس قدر عیسائی ہندو دھرم کی شرن میں آ گئے کیا یہ بھی ویسی ہی خبریں نہیں جیسی پادری کھڑک سنگھ کی۔ کیونکہ اگر مسیحیوں کو جھٹلانے کی خاطر جھوٹ بولیں تو مہا شو کو چنداں مضائقہ نہیں

ایک اور بات

ہمیں دیکھی گئی ہے کہ جس طرح بر پڑھے لکھے ہندو دھرم پنڈت جی اور مسلمان کو مولوی جی کہا جاتا ہے جب ہر مسیحی کو جیسا وہ ان پڑھے ہوئے کہ اسی طرح ہر خواندہ مسیحی کو پادری بھی کہا جا سکتا ہے۔ چنانچہ مسلمان ڈپٹی عبد اللہ آتھم صاحب مرحوم کو اکثر پادری عبد اللہ آتھم کہتے ہیں۔ ہمارے رسالہ کیفیت مباحثہ سیالکوٹ بہ اہتمام مسیح لاہور سے ریویو کرتے ہوئے ہمیں ۱۸۹۰ پادری لکھا گیا ہے۔ حالانکہ نہ ڈپٹی آتھم صاحب کبھی پادری ہوئے اور نہ ہم۔ اس فعل میں اکثر اعلیٰ درجے کے تعلیمیافتہ ہندو مسلمان مبتلا ہیں وہ بلا وجہ ہر مسیحی کو پادری کہہ دیتے ہیں۔ مگر یہ غلط ہے کیونکہ جب تک کسی کو مسیحی دینی پیشوا یا دینی جماعت کی جانب سے پادری کی ڈگری یعنی پدوی نہیں دی جاتی وہ پادری کہلانے کا کسی طرح مستحق نہیں ہوتا۔ اس طرح پرکاش نے پنڈت کھڑک سنگھ کو پادری کھڑک سنگھ لکھ کر مباحثوں کی دنیا میں شہرت حاصل کرنے کا اس سے بنیاد جو ہرگز نہ بنایا

اور ہم مجھتے اور خوب سمجھتے ہیں کہ پرکاش کا ایک مرحوم پادری صاحب کو آریہ سماج کا اپدیشک کہدینا آسان ہے جبکہ خود موجود نہیں ہے جو کسی قرآنی تعلیم پر عمل پیرا ہیں کہ "ظالم کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ جو کوئی تیرے دہنے گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اسکی طرف پھیر دے"۔ (متی ۵ باب) بیشک پرکاش کے اس اتہام و الزام سے مسیحیوں کی دلآزاری ہوئی مگر وہ مسیحی ہونگی وجہ سے پرکاش کے بیجا الزام مسیحی فرض سے برداشت کر کے دعا میں بہ رحمی کر رہے سمجھتے ہیں تاہم اخلاقی پہلو کے رو سے ہم پرکاش سے درخواست کرتے ہیں کہ مرحوم کو کوستا بیفائدہ ہے۔ دیکھا سوال ہے

آریہ سماج سے ہماری گذارش

یہ ہے کہ سب جانتے مگر پیشتر جہاں سے ان مضمون کی پر اعتنا کریں کہ دے پیشوا جس قسم کا شخص کا اظہار اور آریہ سماج کا اپدیشک پادری کھڑک سنگھ ہو گذرا ہے مسیحیوں میں ایسے اشخاص اور بھی بہت سے پیدا کیجیو کر اصول و تعلیم آریہ سماج کے ترکیو کی تعداد میں مزید اضافہ ہو کر فلق عالم کی بہتری کا موجب ہوں آریہ سماج کی تقاضا پر اعتنا ضرور قبول کیجئے اگر آریہ مہاشے ایسی پر اعتنا کرینگے تو ہم ضرور آمین کہینگے آزما کر دیکھو لو۔

پرکاش اگر کلیات آریہ مسافر ہی کو دیکھ لیتا تو پادری کھڑک سنگھ کی نسبت کے خواب نہ دیکھتا کلیات ایڈیشن دوم کتاب جبکا دوسرا ستیارتھ پرکاش کے عین بعد لیکن آریہ سماجیوں میں دوسرا ہے۔ اس میں پنڈت لیکھرام جی پنڈت کھڑک سنگھ صاحب کے مقولہ بالا فرتکیوں کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

ہم پنڈت (کھڑک سنگھ) صاحب اور رسالہ (اصول و تعلیم آریہ سماج) کا نام بالکل بیچ پر چھوڑ رکھتے کر شاید یہ پادری کے ساتھ آریہ سماج کے اصول و تعلیم پر بحث کی گئی ہوگی۔ ۔ ۔ اگر آپ عیسائی اور سچے عیسائی ہیں تو کیا پنڈت جی ۔ ۔ ۔ وغیرہ (کلیات صفحہ ۲۸۰)

مصنف کلیات آریہ مسافر کی طرح پرکاش کو بھی گمان ہوا کہ پادری کھڑک سنگھ صاحب رشی دیانند کے انوائی اور آریہ سماج کے اپدیشک تھے ہم کہتے ہیں کہ خود آریہ سماج کے ایسے اپدیشک اور بھی پیدا کرے۔ اب رہا یہ سوال کہ پرکاش

پادری صاحب کو آریہ کیوں لکھتا ہے

اسکا جواب یہ ہے کہ آریہ سماج میں کوئی بھی پرسا پرچار آریہ سماجی نہیں۔ شاید اس کمی کو پورا کرنے کے لئے یہ قصد کیا ہے کہ مرحوم پادریوں کو آریہ بنایا جائے بہت دور کی سوجھی ہے۔ امید ہے کہ آج تک جس قدر پادری مر چکے ہیں ان سب کو آریہ سماجی بنا لینے سے یہ کمی پوری ہو جائیگی۔ آریہ گزٹ لکھتا ہے۔

"میں دعوے سے کہتا ہوں کہ اگر مہا پارک ایسی جامع تعریف پر عمل کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ سختی کا استعمال کیا جائے تو آریہ سماج کا ممبر یقینی طور پر ایک بھی نہیں رہ سکیگا۔ (آریہ گزٹ ۲۶ نومبر ۱۹۳۵ء)

غان

نور افشاں کو ذہن سے فراموش نہ کیجئے۔

پادری ڈبلیو۔ جے کلارک صاحب ایم۔ اے منیجر نور افشاں ایڈیٹر رنگ محل لاہور کے پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی پریس لاہور میں باہتمام لالہ دیوان چند صاحب پرنٹر کے چھپا